امام ابنِ تیمیہ کا منہجِ اصلاح

محمود احمد*

ABSTRACT:

Ibn e Taimiyya (661-728/1263-1327) is one of the most dynamic and seminal personalities in the history of Islam. Born in an age which, was characterized by, large numbers of distortions and Riots in Muslim society, he struggled hard to revive Muslim society through inward animation and re-interpretation of its values in the light of a new spirit of ijtihad (interpretation of law) based on direct recourse to the Qur'an and the Sunnah. He came to be hailed as the mujaddid of his age. His thought influenced not only his contemporaries in the Muslim heartlands but reached far beyond. A large number of Ulama throughout the world consider him great reformer and renewal, some of theme, express their views emotionally and pay tribute to his services for Islam and Muslims. There are many principles and rules adopted by Ibn e Taimiyya for reformation; one of the basic principle "Only follow the Origan of religion is key of success' discussed in detail in this article which is soughted out from his glorious books. This article should guide the researchers and preachers to understand the method of reformation of religion, with the help of Ibn e Taimiyya's methodology.

Keywords: Renewal, Revival, Reformation, Ibn e Taimiyya's Methodology, Origan, Religion.

امام شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیمؒ (۶۶۱ھ۔۷۲۸ھ/۱۲۶۳ء۔۱۳۲۷ء)، جو کہ ابنِ تیمیہ کے نام سے معروف ہیں عظیم مجدّدِ اسلام تھے، اُن میں مجدّد کی تمام صفات بدرجہ اَتم موجود تھیں، اُنہوں نے اپنے عظیم کارناموں اور کارِ اصلاح وتجدید کی بناء پر عظیم مصلح ومجدّد کا لقب پایا۔ امام ابن تیمیہؒ کو اُن کے فضل وکمالِ علم کی بناء پر مجتہدِ مطلق اور عظیم مجدّد قرار دیا گیا۔ اُن کی مجدّدیتِ دین کا اندازہ اُن کی شہرہ آفاق تصانیف کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔ اُنہوں نے ایسی وقیع اور شان دار کتب تصنیف کیں کہ جس کسی کو اِستفادہ کا موقع ملا وہ اُنہی کا ہو کر رہ گیا۔ اُن کے قریباً تمام ہم عصر اور مابعد علماء نے ان کے مجدّد ہونے کی صراحت کی ہر دوست ودشمن نے آپ کی وسعتِ علمی کو تسلیم کیا اور اس بحرِ زخّار کو بہت سی عبقری ومجدّد شخصیات نے بھی مجدّد و مُصلحِ عظیم کے اَلقاب سے نوازا۔

اُن کی مساعی جمیلہ کا دائرہ بہت زیادہ وسیع ہے، انہوں نے مختلف جہات ومیادین میں اصلاح وتجدید کا فریضہ سرانجام

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر؛ شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، فیصل آباد برقی پتا: professorgcu@gmail.com

تاریخِ موصولہ: ۲۰۱۶/۱/۲۴ء

دیا اور اپنے معاشرے کی خرابیوں اور فسادات کا خوب قلع قمع کیا۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخرکون سے ایسے کارنامے تھے جنہوں نے امام ابن تیمیہ کو مجددین و مصلحین کی اگلی صفوں میں لاکھڑا کیا اور کون سے اصول تھے جن پر عمل پیرا ہوکر وہ اس مقام پر فائز ہوئے؟ قبل اس کے کہ اس سوال کا جواب دیا جائے اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے منہجِ اصلاح وتجدید کے اصولیات کو بیان کیا جائے ،ایک نظر ''منہج'' اور ''اصلاح وتجدید'' کے معانی ومفاہیم پر ڈال لی جائے۔

منہج :معنی ومفہوم:

عصر حاضر میں لفظ منہج بکثرت استعمال ہونے لگا ہے اور اہل علم کے ہاں اس نے ایک مخصوص علمی کام اور اس کے طریق کار کے لیے اصطلاح کی حیثیت اختیار کرلی ہے۔

لغوی مفہوم:

(ن ہ ج) مادہ،ان معانی میں استعمال ہوتا ہے :النہج : الطریق الواضح، والجمع نہوج ونھاج وھومنھج والجمع مناھج(۱)

الصحاح میں ہے:النھج: الطریق الواضح، وکذلک المنھج والمنھاج وأنھج الطریق: أی استبان وصار نھجا واضحاً بیناً.(۲)

ابن منظور کے مطابق منہج اور منہاج کا لفظ ان معانی میں استعمال ہوتا ہے:

مَنُهَجٌ کَنَهُجٍ وَمَنُهَجُ الطریقِ وَضَحه، وَالْمِنُهَا جُ کَالْمَنُهَجِ ... والنھج : الطریق المستقیم،ونھج الأمر وأنھج لغتان اذا وضح.(۳)

قاموس المحیط میں ہے:

النھج: الطریق الواضح کالمنھج والمنھاج... والفعل کَفَرِحَ وَضَرَبَ . وأَنُهَجَ : وَضَحَ(۴)

اہل لغت کی ان تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نَھج، مَنھج، مِنھج اور منھاج کے الفاظ واضح اور روشن راستے پر بولے جاتے ہیں اور سیدھی راہ کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔جمع کے لیے نھوج، نھاج اور مناھج کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

باب فَعِلَ اور فَعَلَ عین کے کسرہ اور فتح کے ساتھ آتا ہے۔ نھج مجرد اور انھج مزید فیہ ایک ہی معنی کے لیے دو لغتیں ہیں۔یعنی نَھَجَ اور اَنُھَجَ دونوں کا معنی وَضَحَ (واضح کرنا) ہے۔

قرآن مجید میں لفظ ''منہاج'' انہی معنی میں استعمال ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے ایک دستور اور ایک واضح راہ مقرر کردی۔''(۵)

منہج کی اصطلاحی تعریف:

محققین اور اہل علم نے منہج کی مندرجہ ذیل تعریفات کی ہیں:

۱۔ منہج سے مراد ایسی پیش قدمی ہے جس کو محقق اپنے ایک مسئلہ یا زیادہ مسائل کے حل کے لیے استعمال کرتا ہے، تاکہ کسی نتیجہ تک پہنچ سکے۔(۶)

۲۔ ''اصطلاح میں 'منہج' اس طریقہ کار کو کہتے ہیں جو کسی عام اصول کی مدد سے حقیقت حال سے آگاہ کرے، جسے عقل قبول کرے اور اس اصول کا دائرہ عمل ایسا مخصوص ہو کہ جس سے واضح نتیجہ تک پہنچا جاسکے''۔(۷)

امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں ابوعبید سے نقل کیا ہے **المنهاج الطريق المستمر** (منہاج سے مراد راستہ پر چلنا ہے) ایسے ہی انھوں نے ابوالعباس محمد بن یزید (المبرد) کے حوالے سے لکھا ہے۔ **الشريعة ابتداء الطريق و المنهاج: الطريق المستمر**'' (شریعت راستہ کی ابتدا اور منہاج اس راستہ پر چلنے کو کہتے ہیں) اور سیدنا ابن عباسؓ اور سیدنا حسنؓ کے حوالے سے لکھا ہے **شرعة و منهاجا، سنة و سبيلًا**(۸) یعنی سنت اور اس پر مسلسل چلنے کا طریق کار۔

آسان ترین الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ منہج اور منہاج مسائل حل کرنے کے طریقہ کار کو کہتے ہیں جو دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔

الف) بنیادی اصول وضوابط کا تعین

ب) ان اصول وضوابط کے مطابق مسئلہ یا مسائل کو حل کرنے کا علمی طریق کار۔

علمی وفکری جدوجہد میں بہتر نتیجے اور حق تک رسائی کے لیے صحیح منہج اختیار کرنا انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ صحیح اصول و ضوابط کی تعیین اور فہم وبصیرت کے سفر میں مسلسل ان کی پابندی سے ہی انسانی عقل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ اور اسے راہ راست سے بھٹکنے اور بے لگام ہونے سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ کتاب وسنت سے ثابت صحیح اصول وقواعد کی روشنی میں علمی بحث وتحقیق، صحیح نتیجے پر پہنچنے کا محفوظ ومامون راستہ ہے۔

اصلاح۔معنی ومفہوم:

لغوی معانی:

(ص ل ح) مادہ صَلَحَ يَصْلَحُ (مَنَعَ يَمْنَعُ) اور صَلُحَ يَصْلُحُ (كَرُمَ يَكْرُمُ) دونوں اوزان میں استعمال ہوتا ہے۔(۹) اس کا مصدر صَلَاحًا اور صُلُوحًا ہے، یہ صَلَحَ يَصْلُحُ (نَصَرَ يَنْصُرُ) کے وزن پر بھی استعمال ہوتا ہے۔(۱۰) ''إِصْلَاح'' ''أَصْلَحَ يُصْلِحُ'' سے مصدر ہے، ''فساد'' صلاح کی ضد ہے۔(۱۱) ابن منظور کے مطابق: ''أَصْلَحَ الشَّيَّ

بَعْدَ فَسَادِہ: إقَامَہ'' بگاڑ کے بعد کسی چیز کو درست کرنا۔اذا صلح الفاسد قلت: استقام المائل ۔(۱۲)''کسی فاسد چیز کا سیدھا ہوجانا اصلاح ہے۔''

اصطلاحی مفہوم:

''اصلاح'' کے معنی کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے'فساد' کے مفہوم کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

''اسلام میں ہر اس عمل کو جو لوگوں کے لیے دل آزاری اور تکلیف کا باعث ہو یا جس سے معاشرے کے امن وسکون میں خلل پڑتا ہو،فساد قرار دیا گیا ہے،اس لحاظ سے''اصلاح'' کے معنی ایسے عمل کے ہیں،جس میں مذکورہ بالا خرابیاں موجود نہ ہوں۔ چونکہ اصلاح لفظ فساد (بگاڑ،خرابی) اور سیئہ (برائی، گناہ) کی ضد ہے،لہٰذا اس کے معنی ایسے معاملے کے ہیں جو ظاہری بگاڑ اور معنوی فساد (برائی) سے مبریٰ ہو۔''(۱۳)

مذکورہ بالا مفاہیم کے مطابق اصلاح کی مندرجہ ذیل اصطلاحی تعریف کر سکتے ہیں:

اصلاح سے مراد ایسے تمام فسادات،فتن اور فسق وفجور کی بیخ کنی کرنا ہے جو کہ اُمور دینی یا دنیوی میں کسی بھی قسم کی خرابی یا تنازع کو جنم دیں۔ نیز معاشرہ سے ہر قسم کی دینی یا دنیاوی خرابیوں کو دور کرنا اصلاح کہلاتی ہے۔

تجدید-معنی ومفہوم:

لغوی مفہوم:

(ج دد) مادہ لغات میں متعدد معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے:

الجدّ. القَطعُ. جَدَدْتُ الشيىءَ. أجُدَّہ. بالضّمّ جَدًّا قَطَعْتہ وَحَبْلٌ جدیدٌ. مقطوعٌ(۱۴)

باب نَصَر يَنْصُرُ سے جَدَّ يَجُدُّ جَدًّا کا معنی کسی چیز کو قطع کرنا یا کاٹنا ہے۔اسی سے حَبْلٌ جَدِيْدٌ یعنی'' کاٹی ہوئی رسی'' استعمال ہوتا ہے۔

جَدَّ الشیء يَجِدُّ بالكسر جِدَّةً: صار جديداً، وهو نقيض الخلق (۱۵)''باب ضَرَب يَضْرِبُ سے جَدَّ يَجِدُّ جِدَّةً کا معنی ہے نیا،جدید یعنی قدیم یا بوسیدہ کا متضاد''

جَدَّدَ: ''اصل ذالک کله القطعية. اصل میں کاٹنے یا قطع کرنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔اس کے علاوہ بھی مثلاً جَدَّدَ الوُضوءَ والعَھْدَ کَاَ نَّه صَارَ جدیدًا یعنی تجدیدِ وضو اور تجدید عہد کا مطلب ہے نئے سرے سے وضو یا عہد کرنا۔ وتجددّ الشیء صار جدیداً کسی چیز کو نیا کرنے کے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

الجِدُّ: الاجتھادُ فی الامور (۱۶)۔اُمور میں اجتہاد کرنا۔

مذکورہ بالا لغوی تعریفات سے یہ ثابت ہوا کہ'الجِد'' مادہ میں اصل معنی کاٹنے یا قطع کرنے کے آتے ہیں۔ نیز تجدید

سے مراد نیا کرنا، اچھی طرح تحقیق کرنا، تازہ کرنا، پہلی حالت پر واپس لانا اور نئے سرے سے کام کرنا بھی ہے۔

اصطلاحی مفہوم:

مذکورہ بالا معانی کو سامنے رکھتے ہوئے، تجدید کے درج ذیل اصطلاحی مفاہیم کیے جا سکتے ہیں:

تجدید یا جدّد کے معانی ہیں، نیا کرنا، کسی چیز کو اس میں در آنے والے بگاڑ سے صاف شفاف کر کے اسے پہلی صورت اور اصلی حالت میں لے آنا، اس کی تجدید ہے۔ تجدید کا مطلب یہ نہیں کہ کسی چیز کو دوبارہ بنایا جائے بلکہ کسی موجود شدہ چیز کو اس کی پہلی صحیح حالت میں بحال کرنا ہے۔ علامہ یوسف القرضاوی نے اس مفہوم کو بایں الفاظ بیان کیا ہے:

> ''تجدید کا مفہوم مادی چیزوں پر بھی منطبق ہوتا ہے اور معنوی چیزوں پر بھی۔ کسی محل، مندر یا مسجد کی قدیم تاریخی عمارت کی تجدید کا مطلب یہ نہیں کہ اسے سرے سے ڈھا کر بالکل نئے ڈھنگ سے اَز سرِ نو تعمیر کیا جائے بلکہ اس تجدید و ترمیم کا مطلب یہ ہے کہ قدیم عمارت کو اس کی پہلی صحیح حالت میں بحال کرنا اور یہی عمل حقیقی تجدید کہلاتا ہے۔''(۱۷)

یعنی تجدید کا مطلب کسی چیز کو بالکل تبدیل یا مسخ کر کے اس کی جگہ کوئی نئی چیز لانا نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب کسی چیز کو اس کی اصل کی طرف لوٹانا ہے۔ لیکن اس میں بہرصورت یہ ضروری ہے کہ اسے اصل کی طرف اس طرح لوٹانا کہ اس کی اصل صفات، اس کے اصل جوہر اور بنیادی خوبیوں کی مکمل حفاظت ہو۔ اس کا اصل چہرہ مسخ نہ ہو اور اس کو آمیزشوں سے پاک کر کے اصلی حالت میں بحال کیا جا سکے۔

منہج اور اصلاح و تجدید کے معانی کی وضاحت کے بعد امام ابنِ تیمیہ کی فکر کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

فکرِ امام ابنِ تیمیہؒ کا اِجمالی تعارف:

امام ابنِ تیمیہؒ کی فکر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی اصلاحی و تجدیدی مساعی کا اجمالی خاکہ پیش کیا جائے، اس لئے یہاں ان کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔ امام ابنِ تیمیہؒ کی تجدیدی و اصلاحی مساعی کو مندرجہ ذیل نکات کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ اِصلاحِ عقائد
۲۔ غیر اسلامی رسوم و رواج اور بدعات کا رَد
۳۔ فلسفہ، منطق اور علمِ کلام کا رَد
۴۔ باطل ادیان و فرق کا رَد
۵۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ
۶۔ علومِ اسلامیہ کی تجدید و اِصلاح

۱۔ اصلاحِ عقائد

عہد ابنِ تیمیہ میں عقائد میں بہت بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ ایمان و عقائد کے بارے میں عجیب و غریب بحثیں برپا تھیں خصوصاً صفاتِ باری تعالیٰ کے مسئلہ پر بہت طبع آزمائی کی جا رہی تھی۔ لوگ اس مسئلہ میں افراط و تفریط کا شکار تھے۔ کچھ

تجسیم کے قائل تھے اور کچھ صفات کی تاویل کرتے کرتے تعطیل کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ اِمام ابنِ تیمیہؒ نے دونوں نقطہ ہائے نظر کا رد کیا اور صفاتِ الٰہی کی اصل حیثیت کو واضح کیا کہ قرآن وحدیث میں مذکورہ صفات کو بلا تاویل حقیقی تسلیم کیا جائے گا البتہ اُن کی کیفیت اور ماہیت پر بحث نہیں کی جائے گی کیوں کہ اس کا علم اللہ کے پاس ہی ہے اور ان کی کیفیت اور ماہیت ویسی ہی ہے جیسی اس کی ذات کے لائق ہے۔ حقیقی بات یہ ہے کہ صفات کے باب میں تاویل کا رد امام ابنِ تیمیہؒ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ آپ نے ایمان کی حقیقت پر بھی بحث کی اور ایمان کا صحیح تصور واضح کیا۔ آپ نے عقائد کے بگاڑ کو بھی موضوع بحث بنایا اور عقیدہ توحید کے منافی عقائد کا پُر زور رد کر کے توحید کا اُجلا اور واضح تصور لوگوں کے سامنے پیش کیا چنانچہ آپ نے توسل، استغاثہ اور نداء لغیر اللہ کے غیر شرعی ہونے پر دلائل دیے۔ اسی طرح آپ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں غیر اِسلامی اور ملحدانہ وکفریہ عقائد کا اِبطال کیا جس میں حلول، اتحاد اور وحدۃ الوجود جیسے عقائد ونظریات شامل ہیں۔ آپ نے عقائد اور علم الکلام کے مسائل پر تقریباً ایک سو بیس (۱۲۰) کتب تصنیف کیں، جن میں معروف کتب یہ ہیں:

العقیدۃ الحمویۃ، رسالۃ فی القرآن ھل کان حرفاً وصوتاً، رسالۃ فی علم الظاھر والباطن، العقیدۃ الواسطیۃ، کتاب فی خلق الافعال، مسئلۃ فی العقل والرّوح۔(۱۸)

۲۔غیر اسلامی رسوم ورواج اور بدعات کا رَد

آپ کے دور میں عقائد کے ساتھ ساتھ بعض مسلمانوں کے اعمال میں بھی بہت بگاڑ پیدا ہو چکا تھا۔ بہت سے غیر اسلامی رواج اور بدعتیں مسلمانوں میں پیدا ہوگئی تھیں۔ اصل میں عقائد کے بگاڑ کا لازمی نتیجہ اعمال کے بگاڑ کی شکل میں نکلتا ہے اس لئے آپ نے عقائد کے ساتھ ساتھ اعمال کی اصلاح پر بھی بھرپور توجہ دی۔ لوگ حصولِ ثواب اور تحصیل حاجات کے لیے قبروں اور مزارات پر جاتے تھے اور وہاں بہت سے غیر شرعی اُمور کے مرتکب ہوتے تھے۔ آپ نے اس کی اصلاح کے لیے زوردار آواز بلند کی اور اس کا خلافِ شریعت ہونا واضح کیا۔ اس سلسلہ میں **الجواب الباھر في زوار المقابر**، لکھی جو کہ **دار عالم الفوائد، مکۃ المکرمۃ**، سے ۱۴۲۹ھ میں شائع ہوئی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ مختلف قسم کی شعبدہ بازیاں کر کے ان کو کرامت باور کرواتے تھے جیسے سلسلہ رفاعیہ سے تعلق رکھنے والے آگ میں کود جاتے تھے۔ آپ نے ان سے مناظرہ کیا اور ان کا دجل وفریب لوگوں کے سامنے ظاہر کیا۔ آپ نے ان کو چیلنج کیا کہ وہ غسل کر کے آگ میں کودیں کیوں کہ وہ اپنے جسموں پر کوئی ایسا تیل لگاتے تھے جس سے آگ ان پر اثر نہیں کرتی تھی اور وہ اس کو کرامت ظاہر کرتے تھے۔(۱۹)

دوسری قوموں کے ساتھ اختلاط کی وجہ سے دوسری تہذیبوں کے جو اثرات مسلمانوں میں سرایت کر گئے تھے آپ نے ان کو دور کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کی مشابہت سے منع کیا۔ بعض مسلمانوں نے غیر مسلموں کے تہواروں کو منانا شروع کر دیا تھا۔ آپ نے ان کے رد میں ''**اقتضاء الصراط المستقیم**'' میں مفصل لکھا۔

۳۔فلسفہ، منطق اور علم کلام کا رد

مسلمانوں میں یونانی فلسفہ و منطق کے مطالعہ کا آغاز خلیفہ منصور کے دور میں شروع ہوا اور پھر تیزی سے مسلمانوں میں اس کا شوق ہوا۔ مسلمانوں میں بڑے بڑے ذہین لوگ فلسفہ و منطق کے سحر میں گرفتار ہو گئے حتیٰ کہ فلسفہ و منطق کو علم کی معراج اور عقل کی انتہا سمجھا جانے لگا۔ فلسفہ و منطق کے بہت سے مسائل کی زد براہ راست اسلامی عقائد پر پڑتی تھی لہٰذا کچھ مسلمانوں نے فلسفیانہ انداز میں اسلامی عقائد کے اثبات کا بیڑا اٹھایا جس سے علم کلام وجود میں آیا۔ عہدِ ابنِ تیمیہ میں فلسفیانہ بحثیں اور متکلمانہ جدلیات اپنے عروج پر تھیں۔ فلسفہ کی تو بنیاد ہی وحی کی مخالفت پر ہے کیوں کہ یہ وحی کے مقابلہ میں عقل کے ذریعے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش ہے، اس لیے اس کے بہت سے مسائل اسلامی عقائد سے متصادم ہیں جن میں قدم عالم اور خدا کے علم جزئی جیسے نظریات شامل ہیں۔

اسی طرح علمِ کلام اگرچہ اسلام کے دفاع کے لیے بنایا گیا تھا لیکن چوں کہ اِس کا طریقہ کار بھی فلسفے جیسا تھا اِس لئے اِس کے بہت سے نقصانات مسلمانوں کے لیے تھے جس میں شک و تذبذب، ایمان و صفات کے بارے میں غیر ضروری بحثیں، جو بہت سے نزاعات کا باعث تھیں، قرآن و حدیث کے دلائل پر عدم اعتماد اور اس کو ناکافی سمجھنا اور عمل کی طرف عدم توجہی ایسی قباحتیں سرِ فہرست ہیں لیکن اِن حقائق کے باوجود مسلمان اِن علوم کو حرزِ جان بنائے ہوئے تھے اور اُن کو زندگی کا لازمی جزو سمجھتے تھے۔ امام ابنِ تیمیہؒ نے اِن علوم کے طلسم کو توڑا اور اُنہی اُصولوں کے مطابق اِن علوم کا غیر تسلی بخش ہونا ثابت کیا۔ آپ نے اِن علوم کے اُصول و مبادی کا بہ دلائل رد کر کے مسلمانوں کو اِن علوم کی مرعوبیت سے آزاد کروایا۔ اور اِن عُلوم کے غیر شرعی ہونے پر دلائل دیئے اور عقائد کے سلسلے میں منہجِ سلف کی برتری کو ثابت کیا۔ یہ آپ کا ایک عظیم الشان مجتہدانہ کارنامہ ہے جس کے لیے اُمت محمدیہ آپ کی مرہونِ منت ہے۔ آپ نے اِن علوم کی تردید کے لیے ۲۰ سے زائد کتب لکھیں۔ جن میں معروف کتب یہ ہیں: کتاب فی الردعلی المنطق، نقض المنطق، الردعلی الفلاسفة، درء تعارض العقل والنقل، موافقة صحيح المنقول لصريح المعقول۔

۴۔باطل اَدیان و فرق کی تردید

آپ نے جس وقت اِصلاح و تجدید کا کام شروع کیا اُس وقت مسلمانوں میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہو چکے تھے اور اِن فرقوں کے ظہور کی ایک بڑی وجہ فلسفہ اور علمِ کلام بھی ہے۔ آپ نے اپنے دور کے ہر گمراہ فرقے کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ آپ نے مختلف مذاہب کی تردید کی اور اُس دور میں موجود مختلف فرقوں کے باطل نظریات کا رد کیا۔ آپ نے مندرجہ ذیل فرقوں کا خصوصی طور پر رد کیا: زیدیہ، کیسانیہ، اسماعیلیہ، باطنیہ اور نصیریہ۔ آپ نے اِن کے رد میں کئی کتابیں تصنیف کیں جن میں سب سے زیادہ مشہور کتاب ''منهاج السنة النبوية'' ہے۔ مسئلہ تقدیر پر بھی بہت سے لوگ گمراہ ہوئے تھے۔ جہمیہ انسان کو مجبور محض سمجھتے تھے اور قدریہ تقدیر کا انکار کر کے انسان کو اپنے افعال کا خالق سمجھتے تھے۔ آپ نے اِن

دونوں کی تردید کی۔ اِسی طرح آپ نے معتزلہ،اشاعرہ اور ماتریدیہ فرقوں میں پائی جانے والی خلافِ شرع باتوں کا بھی اِبطال کیا۔آپ نے ادیانِ باطلہ کا بھی رد کیا خاص طور پر عیسائیت اور یہودیت کا رد کیا۔عیسائیت کے رد میں آپ کی کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ''ایک مایہ ناز تصنیف ہے۔

۵۔معاشرتی برائیوں کا خاتمہ

معاشرتی برائیوں کے خلاف بھی امام ابنِ تیمیہؒ نے طویل جدوجہد کی۔آپ نے ریاکاری،تکبر،بدخوئی،بدگمانی اور خود پسندی کی مذمت کی اور لوگوں کو اخلاق فاضلہ کی تلقین کی۔آپ نے اخلاقیات کے موضوع پر بیسیوں کتب تصنیف کیں۔اُن کے زمانے میں کچھ کوہستانی قبائل نے لوٹ مار کا بازار گرم کر رکھا تھا۔وہ مسلمانوں کے مال اور عزتوں کو لوٹتے تھے اور اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے تھے۔جنہوں نے بہت سی حرام کردہ چیزوں کو اپنے لیے حلال کر لیا تھا۔آپ نے اُن کے خلاف تادیبی کاروائی کی اور اُن سے جنگ کی۔اِس طرح آپ نے اُن کو راہِ راست پر لا کر معاشرے سے فساد کو ختم کیا۔(۲۰)

اِسی طرح آپ نے شراب خانوں کو ختم کیا۔شراب کے مٹکے وغیرہ توڑ دیئے اور شرابی لوگوں پر تعزیر لگائی۔(۲۱) آپ کے دور میں عوام پر بھاری ٹیکس لگائے جاتے،لوگ رشوت دے کر سرکاری عہدے حاصل کر لیتے اور کچھ لوگ اپنے مقتولین کا قصاص خود لیتے اور معاملہ عدالت میں لے جانے کی بجائے خود ہی نمٹا دیتے۔آپ نے سلطان سے کہہ کر اِن تینوں اُمور کے خلاف قانون سازی کروائی۔(۲۲)

۶۔علومِ اسلامیہ کی تجدید واصلاح:

امام ابنِ تیمیہؒ نے دیگر اسلامی علوم کی طرف بھی توجہ کی۔آپ نے حدیث،اصولِ حدیث،تفسیر،اُصولِ تفسیر،فقہ اور اُصولِ فقہ کے موضوع پر موجود مواد کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا اور پھر ان موضوعات پر اپنی تحقیقات پیش کیں۔آپ نے ان علوم کے ماہرین کی آراء کا تنقیدی جائزہ لیا اور اپنا ایک جداگانہ طریق اختیار کیا۔آپ نے متقدمین کے کام کو آگے بڑھایا اور تقلید کی بجائے مجتہدانہ طریق اختیار کیا۔آپ نے روایت ودرایت حدیث کے اصولوں،مختلف اسالیب تفسیر اور اِستنباطِ مسائل کے طرق کا تنقیدی جائزہ لیا اور اِس سلسلے میں پائی جانے والی خامیوں کا تذکرہ کیا۔اِسی طرح آپ نے مختلف فقہی مکاتب کی خوبیوں اور خامیوں کا تذکرہ کیا۔آپ نے قیاس کے استعمال میں پائی جانے والی اَفراط وتفریط،تقلید اور اِتباعِ سنت کے بارے میں مبالغہ آمیز رویوں اور مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان پائے جانے والے تعصب کو ختم کر کے ایک معتدل اور جداگانہ طرزِ فکر وعمل لوگوں کے سامنے پیش کیا۔آپ نے تفسیر میں اسرائیلی روایات،تاویل نصوص کی حدود،خبر واحد کی حجیت،ظواہر قرآن اور حدیث کا تعارض،قیاس،استحسان اور مصالح مرسلہ کی حجیت جیسے اختلافی مسائل پر مدلل گفتگو کی اور با دلائل راجح مسلک کی وضاحت کی۔الغرض آپ نے علومِ اِسلامیہ کی تنقیح،تجدید،اصلاح اور نشر واشاعت کے لیے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔آپ نے تفسیر کے موضوع پر ۸۰،حدیث پر ۴۰،فقہ کے موضوع پر ۱۲۰ اور اصول فقہ پر

۲۰ کتب ورسائل تصنیف کیے۔(۲۳)

خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے زندگی کے ہر شعبے میں اصلاح کی اور فکرِ اسلامی کا اِحیاء کیا۔ آپ نے عقائد کی اِصلاح کی، نیز اسلامی رسومات رواج کا رد کیا، فلسفہ ومنطق اور علمِ کلام پر تنقید کی، باطل ادیان وفرق کا رد کیا۔ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کیا اور اسلام کو خالص شکل میں پیش کر کے علومِ اسلامیہ کی تجدید واصلاح کی۔ یقیناً یہ بہت عظیم کارنامے ہیں اور ان میں ہر ایک کارنامہ اپنے اندر کئی مزید کارناموں کو سموئے ہوئے ہے۔ اُن کے اِنہی کارناموں سے اُن کے منہجِ اصلاح وتجدید کے اُصولیات تلاش کئے جاسکتے ہیں۔

امام ابنِ تیمیہ کا منہجِ اصلاح وتجدید:

امام ابنِ تیمیہ بلاشبہ تاریخِ اسلامی کے عظیم ترین مفکر اور مجدد ومصلح تھے۔ اُنہوں نے عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات، سیاسیات، اور مختلف اسلامی علوم میں اصلاحی وتجدیدی کارنامے سرانجام دیئے۔ آپ کی ساری زندگی ان اصلاحی وتجدیدی مساعی میں گزری اور اس راستے میں ان کو بہت سی ابتلاء کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن وہ ہر مشکل میں چٹان کی طرح ثابت قدم رہے ان کی یہ کاوشیں اور اصلاح وتجدید کے سلسلے میں ان کے کارہائے نمایاں کوئی غیر مرتبط اور اتفاقی کوششیں نہیں تھیں بلکہ یہ ساری جدوجہد چند بنیادی اُصولوں کی بناء پر تھی دین کے متعلق آپ کا ایک معتدل، متوازن اور معقول نقطہ نظر تھا جس کے مطابق انہوں نے اپنی زندگی کو ڈھالا اور اس کے مطابق ہی اپنی اصلاحی کوششوں کو سرانجام دیا، اُن کی زندگی کے اِن بنیادی اُصولوں کو اُن کا منہج اصلاح وتجدید کہا جاسکتا ہے کیوں کہ اُن کی ساری جدوجہد کی بنیاد اور اس کا مرکز ومحور یہی اُصول تھے۔ اُن کی زندگی کا مطالعہ کرنے والا ہر صاحبِ بصیرت اِن اُصولوں کو اُن کی زندگی میں کارفرما دیکھ سکتا ہے۔ ابن تیمیہ کا یہ منہج اصلاح وتجدید بنیادی طور پر سلف ہی سے ماخوذ ہے۔ لیکن ان کے کام میں اس منہج کے تفصیلی خدوخال واضح ہوئے ہیں۔ آپ کے منہجِ اصلاح وتجدید کے بنیادی اُصول مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہدایت اور علمِ یقینی کا واحد حتمی ذریعہ وحیِ الٰہی ہے۔

۲۔ قرآن وسنّت کی اِتباع ہی اَصل دِین ہے۔

۳۔ خارجی وداخلی حملوں سے اسلام کا دفاع کرنا ضروری ہے۔

۴۔ دینِ اسلام کی جامع حیثیت کا پرچار کرنا چاہیے۔

۵۔ دِین کے معاملے میں عدم مداہنت سے کام لینا چاہئے۔

۶۔ فائدہ مند طبعی علوم سے اِستفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۷۔ دِین کے اَصل پر قائم رہنا ہی کامیابی کی ضمانت ہے۔

زیرِ نظر مقالہ میں امام ابنِ تیمیہ کے منہجِ اصلاح وتجدید کے آخرالذکر اُصول پر تفصیلی بحث کی جائے گی۔

دِین کے اصل پر قائم رہنا ہی کامیابی کی ضمانت:

آپ کے منہج اصلاح وتجدید کا ایک بنیادی اصول یہ تھا کہ دین کے اصل پر قائم رہا جائے اپنی طرف سے خواہ مخواہ دین میں اضافے کرنا نہایت ہی قابل مذمت ہے دین کی روح کو برقرار رکھنا اور دین کی طبعی سادگی پر عمل پیرا ہونا ہی باعث نجات ہے۔آپ کے منہج کا یہ اصول فکر سے زیادہ عمل سے تعلق رکھتا ہے۔اسی اصول کے تحت انھوں نے رائج الوقت بدعات کے خلاف قلمی جہاد کیا۔ان کا منہج یہ تھا کہ دین کو ہر قسم کی آلائشوں اور اضافوں سے پاک صاف کر کے واضح اور اس کی اصل حالت میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ دین سے دنیا وآخرت کی کامیابیاں ممکن ہوسکیں۔

غیر اسلامی تصوف کا رد:

آپ نے تصوفانہ سلسلوں کا تنقیدی جائزہ لیا اور گروہِ صوفیاء کے اندر جو چیزیں قرآن وسنت سے متصادم نظر آئیں ان کا بھرپور رد کیا انہوں نے حلول، اتحاد اور وحدت الوجود جیسے خلافِ شرع نظریات کا مدلل رد کیا اسی طرح اپنے شیخ کی مبالغہ آمیز تقدیس کی بھی مذمت کی انہوں نے صحیح تصوف واخلاق کو اجاگر کرنے اور تصوف میں شامل غیر شرعی امور کا رد کرنے میں اسی (۸۰) کے قریب کتب ورسائل تصنیف کئے اور کئی کتب صرف ابن عربی کے نظریہ وحدۃ الوجود کے رد میں لکھیں جن میں چند مشہور درج ذیل ہیں:

۱. رسالة فی ابطال وحدة الوجود
۲. الرد الاقوم علی مافی فصوص الحکم
۳. حقیقة مذهب الاتحاد یین او وحدة الوجود
۴. مؤلف فی الرد علی ابن عربی وغیرها

شرک وبدعت کی مذمت:

عہدِ ابنِ تیمیہ میں عوام میں عبادات اور زیارات قبور کے سلسلے میں بہت سی بدعات اور شرکیہ اُمور عام تھے اور بہت سے عقائد اور رسوم ورواج ایسے تھے جو صریحاً قرآن وحدیث کے خلاف تھے قبر پرستی عام تھی پیروں فقیروں کو خدائی کا درجہ دیا جاتا تھا غیر اللہ کے نام کی نذر ونیاز عام تھی اور وسیلے کا شرک دین کا حصہ بن چکا تھا مسجدیں ویران تھیں لیکن مشاہدات و مزارات بارونق تھے بعض لوگ تو مزارات کی حاضری کو حج سے بھی زیادہ اہمیت دیتے تھے اس طرح عوام اصل دین سے دور ہوکر بدعات وخرافات میں کھو گئے تھے۔ابن تیمیہ نے اپنی کتاب 'الرد علی البکری' میں تفصیل سے ان حالات کا تذکرہ کیا ہے ان حالات میں آپ نے دین کو ہر قسم کے شرک وبدعت سے پاک کرنے کا بیڑا اٹھایا اور پورے زوروشور سے ان امور کی مخالفت کی، جو شرک وبدعت کا موجب بنتے ہیں۔اس سلسلے میں انھوں نے بہت سے امور سے مسلمانوں کو بچنے کی تلقین کی جن میں سے چند امور یہ ہیں:

غیر اللہ سے استغاثہ کی ممانعت:

آپ نے غیر اللہ سے استغاثہ سے ممانعت کی اور لوگوں کو غیر اللہ سے اپنی مرادیں مانگنے سے منع کیا۔آپ استغاثہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے اور اس کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد یقینی اور بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے اپنی اُمت کو کسی فوت شدہ پیغمبر یا صالح آدمی سے دعا کرنے کی اجازت نہیں دی نہ استغاثہ کے طور پر نہ استعاذہ کے طور پر اسی طرح آپؐ کی اُمت کے لئے کسی مردہ یا زندہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں اور اسی طرح کے وہ اعمال جو عبادات میں شامل ہیں ہم کو خوب معلوم ہے کہ آپؐ نے ان تمام اُمور سے منع فرمایا ہے اور یہ سب اس شرک میں داخل ہے جس کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن چونکہ پچھلے زمانہ میں جہالت بہت عام ہو گئی اور تعلیمات نبوت اور آثار رسالت سے واقفیت بہت کم تھی اس لئے بہت سے علماء نے اس وقت تک ان جہلا کی تکفیر کرنے سے احتیاط کی ہے، جب تک کہ ان پر آنحضرت ﷺ کی تعلیم اور دین کے احکام واضح نہ ہو جائیں۔'' (۲۴)

مذکورہ بالا اقتباس میں امام ابن تیمیہؒ یہ وضاحت کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ کسی فوت شدہ سے دعا کی جائے اور کسی زندہ یا فوت شدہ سے مانگا جائے اور اسے سجدہ کیا جائے بلکہ شریعت نے اس کی صریحاً اور سختی سے ممانعت کی ہے اور دین میں قطعاً اس کے لیے کوئی لچک (flexibility) نہیں رکھی گئی اور ان امور کا اسلام کے صدر اول میں سراغ تک نہیں ملتا اور یہ بعد کی پیداوار ہیں۔

غیر اللہ کے وسیلے کی ممانعت:

انہوں نے وسیلے کی بھی پرزور مذمت کی اور اسے شرک قرار دیا، فرماتے ہیں:

''اور اگر کسی شخص کا یہ خیال ہے کہ یہ بزرگان دین اور ائمہ وعلماء اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان اسی طرح سے واسطہ ہیں، جیسے بادشاہ اور رعیت کے درمیان حاجب و دربان ہوتے ہیں کہ یہی خدا تک اس کی مخلوق کی ضرورتیں پہنچاتے ہیں اور اللہ ان ہی کے توسط سے اپنے بندوں کو ہدایت اور رزق عطا فرماتا ہے مخلوق ان سے سوال کرتی ہے، اور وہ خدا سے سوال کرتے ہیں، جیسے بادشاہوں کے حاجب و دربان رعیت کی ضرورتیں ان سے طلب کرتے ہیں، لوگ براہ راست بادشاہ سے سوال نہیں کرتے اس کو بے ادبی سمجھتے ہیں، وہ ان حاجبوں سے سوال کرتے ہیں اس لئے کہ ان سے طلب کرنا زیادہ مفید ہوتا ہے کیونکہ وہ بادشاہ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور طالب اتنا قریب

نہیں ہوتا، اور جو شخص اس نوعیت کے وسائط کا قائل ہے اور اس معنی میں بزرگان دین اور علماء وصلحاء کو واسطہ مانتا ہے، وہ کافر و مشرک ہے اس سے توبہ کرانی واجب ہے اگر توبہ کر لے تو خیر ورنہ قتل کر دیا جائے، یہ درحقیقت تشبیہہ میں گرفتار ہیں، کیونکہ انہوں نے مخلوق کو خالق کا مشابہ سمجھ رکھا ہے اور اللہ کے ہمسر اور نظیر ٹھہرا رکھے ہیں۔'' (۲۵)

یعنی کسی شخص کو تعلق باللہ کے لیے کسی واسطہ ووسیلہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ کسی حکمران تک پہنچنے کے لیے کسی واسطہ (source) کی ضرورت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو کسی حکمران یا دیگر مخلوق سے تشبیہ دینا کفر ہے۔ لہٰذا علما وصلحا اور انبیاء کو اللہ سے تعلق قائم کرنے کے لیے واسطہ یا سیڑھی کا درجہ دینا قطعاً درست نہیں اور یہ کفر و شرک اور اللہ تعالیٰ کی وسعتِ رحمت کا انکار ہے۔

قبر پرستی کی ممانعت:

آپ نے قبر پرستی کو شرک و بدعت قرار دیا اور واضح کیا کہ قرون اولیٰ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ فرماتے ہیں:

''قبور کی طرف حج کر کے جانے والوں اور ان کی عبادت گاہ اور مساجد اور میلہ کی جگہ بنانے والوں کا صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں سراغ نہیں ملتا اسلام میں نہ کوئی ایسی قبر اور مشہد تھا جسکی طرف حج کر کے جایا جائے یہ تین صدیوں کے بعد کی پیداوار ہے بدعت کی خاصیت ہی یہ ہے کہ اس میں جس قدر رسول ﷺ کی مخالفت ہوتی ہے، اسی قدر دیر میں اس کا ظہور ہوتا ہے شروع میں وہ بدعات ظاہر ہوتی ہیں جن کی مخالفت اتنی واضح اور جلی نہیں ہوتی۔'' (۲۶)

الغرض انہوں نے بزرگوں کی تقدیس کے نام پر عوام میں در آنے والی گمراہیوں کا رد کر کے اسلام کی واضح اور خالص تصویر لوگوں کے سامنے پیش کی۔ اور لوگوں کو منہج سلف کی طرف بلایا کیونکہ وہ ہی قرآن وسنت کے قریب تر اور ہر قسم کی اضافی آلائشوں سے پاک طریقۂ زندگی ہے، انہوں نے سلف کے طریقہ کی برتری پر واضح دلائل قائم کیے اور لوگوں کو باور کرایا کہ وہ ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک دین پر عمل کر کے ہی دنیا و آخرت کی کامیابیاں سمیٹ سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں ان کی کاوشوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اسلام اور اسلامی تہذیب کی انفرادیت کو برقرار رکھا جائے اور تشبہ اقوام سے اجتناب کیا جائے وہ چیزیں جو مسلمانوں نے غیر مسلم اقوام سے مستعار لے کر اپنی زندگی میں شامل کر لی ہیں ان کو ختم کیا جائے اسی سلسلہ میں انہوں نے کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'، لکھی جس میں اسلامی طرز معاشرت پر زور دیا اسی طرح ان کی ایک دوسری تصنیف ''قاعدۃ فی النھی عن اعیاد النصاری'' ہے۔

المختصر امام ابن تیمیہؒ کے منہج اصلاح وتجدید کا ایک بنیادی اصول یہ تھا کہ دین کی اصل ہئیت وشکل کو برقرار رکھا جائے دین میں کسی بھی قسم کے اضافے کا رد کیا جائے تاکہ اسلام کا اصلی چہرہ لوگوں کے سامنے آئے اور لوگ اس پر آسانی سے عمل

پیدا ہو جائیں یہی وجہ ہے کہ وہ ساری زندگی بدعات اور غیر اسلامی رسوم و رواج کے خلاف بر سرِ پیکار رہے۔ شیخ ابو زہرہ ان کے بارہ میں لکھتے ہیں:

> ''امام صاحب کے حلقہ درس کی شان بھی عجیب تھی، مختلف علوم وفنون زیرِ درس رہتے، لیکن ان سب کی روح ایک تھی، مقصد ایک تھا، یہ کہ وہ اسلام نمایاں ہو اور ابھرے جو صدرِ اول کا اسلام تھا جس پر قرنِ اوّل میں صحابہ کرام عامل تھے، ہر قسم کے گرد وغبار سے پاک اور صاف، طیب وطاہر جس میں نہ بدعت کی گنجائش تھی، نہ افکار غریب وعجیب کی۔ آپ جس پر چل رہے تھے وہ یہ تھا کہ عقائد میں اُصول میں، فروع میں، عہدِ صحابہ کا اسلام زندہ ہو جب انہیں یقین ہو جاتا کہ جو کچھ فرما رہے ہیں صحابہ کرام کا مسلک بھی وہی تھا تو حجت وبرہان اور عقل ونقل کا سارا زور اس کی طرف سے مدافعت میں صرف کر دیتے ان کی عبارت میں زور ہوتا استدلال سادہ اور عقل ومنطق سے قریب تر ہوتا۔'' (۲۷)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

> ''حقیقت یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ کے دل ودماغ پر صرف ایک ہی چیز چھائی ہوئی تھی وہ تھی کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ نیز اقوال صحابہ وتابعین، ان کے فیصلے اور ان کے فتاویٰ، بنابریں جب ان کو ایسے خیالات، نظریات اور آراء اپنے سامنے دیکھنے میں آئیں جو سنت رسول ﷺ کے خلاف تھیں بس فوراً ڈنکے کی چوٹ امر رب کا اعلان کیا احیاء سنت کی تبلیغ اور اتباع آثار سلف کی ترغیب کا شروع کرنا ہی تھا کہ آپ سے مقابلہ کی ٹھان لی گئی، یعنی مشائخ کی تقلید اور صرف حق ہی کے اتباع کے مابین معرکہ آرائیاں شروع ہو گئیں۔'' (۲۸)

منہجِ امام ابنِ تیمیہ کے مذکورہ بالا اُصول کو مفصل بیان کرنے کے بعد، عصرِ حاضر میں اس سے استفادہ پر بحث کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عہدِ ابنِ تیمیہ میں جو غیر شرعی اُمور تھے اُن کا اجمالی تذکرہ بھی کیا جائے گا۔

عصری تحدّیات وتقاضے:

مذکورہ بالا بحث سے یہ واضح ہوا کہ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہجِ اصلاح وتجدید کا ایک اہم اُصول یہ تھا کہ دِین کے اَصل پر قائم رہا جائے اور کسی بھی طرح کی بیرونی مداخلت کو دِین میں در انداز نہ ہونے دیا جائے۔ ایک مسلمان کے لیے یہ نہایت ضروری امر ہے کہ اُس کے دینی عقائد وہی ہونے چاہئیں جو قرآن وسنت کے اُصولوں سے مخالف نہ ہوں بلکہ انہی سے ماخوذ ہوں۔ قرآن وسنت میں ذرا سی بھی کمی بیشی سے اسلام اپنی اصل شکل کھو بیٹھتا ہے اور اس کی طبعی سادگی اور عام فہمی جاتی رہتی ہے۔ اور بدعات بڑی آسانی سے اپنی راہ ہموار کرتے ہوئے دین کا حصہ بن جاتی ہیں۔ جب کہ نبوی منہج کے مطابق ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیشہ دین کو آلائشوں سے پاک صاف رکھا جائے اور قطعاً بدعت کو پنپنے نہ دیا

جائے۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں جو شخص بدعت کو شامل کرتا ہے وہ گویا (نعوذ باللہ) یہ سمجھتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اللہ کے دین کے پہنچانے میں خیانت کی ہے۔ اسی لیے تو نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''جس کسی نے ہماری شریعت میں اپنی طرف سے کچھ عمل کیا وہ مردود ہے''۔(۲۹)

لہٰذا دین میں کسی بھی قسم کا غلو اور بدعت کو شامل کرنا قابل تردید ہوگا اور دین میں ملاوٹ کرنے والا عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ ارشاد نبوی کے مطابق:

''جس نے مجھ پر جھوٹ گھڑا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔(۳۰)

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کے لیے ہر دور میں ایسے اشخاص پیدا کیے ہیں اور کرتے رہیں گے جو دین کو شفاف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہیں، اور معاشرتی رسومات کو دین کا حصہ بننے سے روکتے رہیں۔

عہدِ ابنِ تیمیہ میں بدعات و رسومات:

عہدِ ابنِ تیمیہ میں دین میں غلو اور عقیدہ و عمل کا فساد بہت زیادہ تھا، دین کی اصلی شکل مسخ ہو کر رہ گئی تھی، غیر مسلم اور عجمی عوام کے اختلاط، اسماعیلی اور باطنی حکومت کے نفوذ و اثر نیز جاہل اور گمراہ صوفیوں کی تعلیم و عمل سے عام مسلمانوں میں مشرکانہ عقائد و رسوم کا رواج ہو چلا تھا۔ بہت سے مسلمان اپنے دینی پیشواؤں، مشائخ طریقت اور اولیاء و صالحین کے بارے میں غالیانہ اور مشرکانہ خیالات اور عقیدہ رکھنے لگے تھے۔ بزرگان دین کے مزارات پر عبادت، اہل قبور سے استعانت و استغاثہ عام تھا، قبور پر مسجدیں تعمیر کرنا، ان کو سجدہ گاہ بنانا اور ان پر ہر سال میلہ لگانے اور دور دور سے سفر کر کے وہاں آنے کا عام دستور تھا۔ قبر پرستی سرِعام ہوتی تھی، لوگوں کا اہل قبور سے تعلق اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے بے خوفی اور صاحب مزار سے خوف و خشیت دلوں میں جاگزیں تھی۔(۳۱)

اس قبر پرستی کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مساجد کے مقابلے میں مزارات کی اہمیت بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ جگہ جگہ مزارات کا جال بچھ گیا تھا۔ ہزاروں، لاکھوں صحیح و جعلی قبریں بن گئیں، غیر اسلامی تصوف نے بزرگوں کے مزارات کو خاص اہمیت و تقدس دے رکھا تھا اور ان پر سالانہ عرس کا رواج ہو چکا تھا۔ امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ ان مزارات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کچھ لوگ ہیں جو قبروں کا حج کرتے ہیں اور بڑی دھوم دھام کے ساتھ مشائخ کی قبور کی زیارت کے لیے سفر کرتے ہیں۔ بعض لوگ مقابر کے حج کو حج بیت اللہ پر ترجیح دیتے ہیں، بعض بزرگ کے مزار کو میدان عرفات قرار دیتے ہیں اور حج کے موسم میں سفر کر کے وہاں جاتے ہیں۔ وہاں میدان عرفات کی طرح وقوف کرتے ہیں، بعض کے نزدیک بزرگوں کی قبر کا سفر حج سے افضل ہے۔۔۔ مساجد ویران اور مزارات پر رونق ہیں، مساجد ایسے معلوم ہوتی ہیں جیسے کوئی سرائے ہیں اور مزارات سونے، چاندی سے مرصع اور سنگ مرمر سے مزین ہیں۔ اور لوگ مزارات کو اللہ کے گھر (مسجد) سے بہتر سمجھتے ہیں۔ لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو رزق میرے پیر کی طرف سے نہ ملے وہ مجھے قبول نہیں، کچھ بکرے ذبح کرتے ہیں، اور

کہتے ہیں کہ "میرے پیر کے نام کا بکرا" (یعنی غیر اللہ کے نام کی قربانی دیتے ہیں۔ بہت سے جہلا پیغمبروں اور بزرگان دین کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہی دنیا کا انتظام چلا رہے ہیں۔ پیدائش، رزق کی ضروریات کو پورا کرنا، مصیبتوں کا دور کرنا، ان ہی کا کام ہے۔ بہت سے لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جس شہر یا بستی میں بزرگ کا مزار ہوتا ہے اسی کی برکت سے ان کو رزق ملتا ہے۔ (۳۲)

اصلاحِ بدعات میں ابنِ تیمیہ کا کردار:

امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے اِن مشرکانہ اعمال و رسوم کے خلاف اصلاح اور تجدید کا علم بلند کیا اور لوگوں کی ناراضی کی پروانہ کرتے ہوئے مروجہ اعمال و رسوم اور مشرکانہ عقائد و خیالات کی تردید کی اور ان بدعات کا خاتمہ کرنے کے لیے انتھک محنت کی۔ اس سلسلے میں آپ نے تصوف کا تنقیدی جائزہ لیا اور صوفیہ میں غیر اسلامی تصورات کا رد کیا۔ انھیں اپنے پیر کی مبالغہ آمیز تقدیس سے منع کیا اور زیارت قبور میں شرعی حدود کو پھلانگنے سے روکا۔ اس سلسلے میں "زیارۃ القبور" رسالہ تحریر کیا۔ اور اس میں زیارت قبور کے آداب و طریقے بیان کیے اور قبور و مزارات کی طرف سفر کرنے سے سختی سے روکا اور اس کو حرام قرار دیا۔ مثلاً "شدرحال" (قبور کی طرف ثواب کی نیت سے سفر کرنا) پر بڑی تفصیل سے لکھا۔ انھوں نے قبر پرستی کو شرک ثابت کیا اور پیروں کو خدائی درجہ دینے سے روکا۔ قبور پر میلہ و عرس منعقد کرنا، وہاں نذر و نیاز ماننا، واسطہ و وسیلہ طلب کرنا، اور ان پر سجدہ کرنے کو مشرکانہ امور قرار دیا۔ اہل قبور سے استعانت و استغاثہ کو حرام قرار دیا اور کسی نبی، ولی اور بزرگ کا وسیلہ پکڑنے سے سختی سے روکا۔

ان عقائد و رسوم کے مقابلے میں امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے عقیدہ توحید کو اپنانے کی طرف توجہ دلائی اور اس سلسلے میں اپنی بیشتر تصانیف، توحید الوہیت، ربوبیت اور اسماء و صفات پر جس تفصیل سے لکھا شاید ہی تاریخ اسلامی میں اس کی مثال ملتی ہو۔ انھوں نے منہج سلف کی طرف بلایا جو کہ قرآن و سنت سے ماخوذ اور اس کے قریب تر ہے۔ اور واضح کیا کہ دین کو قرونِ اولیٰ کی طرح پاک و صاف کیا جائے اور کسی بھی طرح کا غلو اور بدعت اس میں دراندازنہ ہو۔ اُنھوں نے کہا کہ اسلامی تہذیب کی انفرادیت کو برقرار رکھتے ہوئے تشبہ اقوام سے بچا جائے تاکہ صدرِ اول کا اسلام ابھر کر سامنے آئے۔ الغرض امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ نے ان مشرکانہ عقائد و رسوم پر اتنا تفصیلی لکھا اور ان کا ایسا احتساب کیا، ان کی مدلل اور پرزور تردید کی اور جہالت پر مبنی غیر مسلموں کے اختلاط سے مسلمانوں میں پیدا ہونے والی مشرکانہ رسوم و بدعات کو گمراہی اور ضلالت قرار دیا۔ اس کے لیے اس قدر محنت کی اور عقیدہ توحید کو ایسا واشگاف الفاظ میں بیان کیا کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مطابق: امام ابن تیمیہ کے اصلاحی کارناموں میں اگر صرف یہی ایک کارنامہ ہوتا تو ان کے مقام تجدید اور دعوت و عزیمت کے ثبوت کے لیے کافی تھا۔ (۳۳)

عصرِ حاضر میں غیر اسلامی رسومات: موجودہ معاشرے میں وہی مشرکانہ رسوم و بدعات جو عہدِ ابنِ تیمیہ میں ہوتی

تھیں، درجہ انتہا کو پہنچی ہوئی ہیں۔ بہت سے لوگوں کے عقائد فاسد اور اسلام کی روح کے بالکل خلاف ہیں۔بعض مسلمانوں میں بہت زیادہ بدعات وخرافات پھیل چکی ہیں۔مزارات کو عبادت گاہ کا درجہ حاصل ہے۔ وہاں کھلی قبر پرستی ہوتی ہے۔اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے جوق در جوق مزارات اور خانقاہوں میں جاتے ہیں۔قبروں پر قبے بنائے جاتے ہیں،جھنڈے نصب کیے جاتے ہیں، غلاف چڑھائے جاتے ہیں، چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں،نذریں مانی جاتی ہیں۔مزارات پر دیے جلائے جاتے ہیں،نمک رکھا جاتا ہے،لوگ جھاڑو رکھتے ہیں۔ جالیوں کو دھاگا باندھتے ہیں۔ وہاں پر دیگیں تقسیم کرتے اور لنگر بانٹنے کو رزق کی فراوانی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور لنگر لینے والوں میں بیشتر شرابی، چرسی اور گداگر ہوتے ہیں۔قبروں پر جا کر لوگ اولاد مانگتے ہیں اور ان سے استعانت واستغاثہ کرتے ہیں: ''اے شیخ! میری مشکل حل کیجیے، میری مراد پوری کیجیے اور میرے لیے سفارش کیجیے۔'' ایسے کلمات مزارات پہ زبان زدعام ہوتے ہیں۔

مزارات پر حج جیسے مناسک اَدا کیے جاتے ہیں۔ سیہون شریف، سندھ (پاکستان) میں شیخ عثمان شاہ مروندی رحمہ اللہ، المعروف بہ لعل شہباز قلندر جھولے لعل (۵۳۸ھ۔۶۵۰ھ/۱۱۴۵۔۱۲۵۲ء) کے مزار پر ہر سال ۱۸ تا ۲۱ شعبان کو عرس ہوتا ہے۔اس میں لوگوں کی بہت بڑی تعداد شرکت کرتی ہے اور جو لوگ یہاں آتے ہیں اُن کا نظریہ یہ ہے کہ امیر لوگ حج کے لیے سعودیہ جاتے ہیں اور غریب لوگوں کا ادھر سیہون شریف میں حج ہوتا ہے۔زائرین لعل شہباز قلندر کے تخت کا سات چکر لگا کر طواف کرتے ہیں اور جس طرح بیت اللہ کا طواف حجرِ اَسود کے سامنے سے شروع کرتے ہیں اسی طرح یہاں لعل شہباز قلندر کے تخت پر جھولا رکھا ہے اور جھولے کے سامنے سے طواف شروع کیا جاتا ہے۔ پھر سات چکر مکمل کر کے دعا مانگی جاتی ہے اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی دُعا اس موقع پر کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔جس طرح حرمِ مکی میں مقام ابراہیم ہے۔اسی طرح یہاں پتھر پر علی مولیٰ کے گھوڑے کے قدموں کے نشانات ہیں۔لوگ ان پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور اپنے جسموں پر ملتے ہیں۔جس طرح زائرین بیت اللہ میں حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں، یہاں اس کا بھی اہتمام کیا گیا ہے اور لعل شہباز قلندر کی درگاہ میں ایک کھڑکی ہے جو کافی اونچی ہے۔لوگ جالی کے ساتھ لٹک کر اوپر چڑھتے ہیں اور اس کھڑکی میں سر داخل کر کے بوسہ دیتے ہیں اور جو بوسہ لیتا ہے وہ خوشی کے ساتھ بلند آواز میں ''یا علی حیدر'' کا نعرہ لگاتا ہے۔جس طرح منیٰ میں رمی کی جاتی ہے۔اسی طرح یہاں بھی شیطان کو سات کنکریاں ماری جاتی ہیں اور زائرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہاں شیطان ہے۔ جو لوگ حضرت عثمان مروندی رحمہ اللہ کو ملنے آتے تھے شیطان اُن کو ورغلایا کرتا تھا۔اس وجہ سے شیطان کو یہاں پتھر مارے گئے تھے۔ یہاں ایک گڑھا بھی ہے جہاں سے پانی نکال نکال کر لوگ بوتلوں میں تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں اور آبِ زمزم کی طرح اسے باعث شفاء سمجھتے ہیں۔ایک جوہڑ ہے جس میں اُتر کر لوگ غسل کرتے ہیں اور اس کو جسمانی شفا کے لیے مفید قرار دیتے ہیں۔

لعل شہباز قلندر کے عرس پر ۴۵ منٹ قوالی ہوتی ہے۔اس موقع پر ''نوری بوری سرکار'' ایک نشست پر تشریف رکھتے

ہیں اوران کے گرداگرد مرد وزن کی بہت بڑی تعداد رقص کرتی ہے اور نوری بوری سرکار سب کو حکم دیتے ہیں کہ دھمال ڈالو اور کہتے ہیں جو دھمال نہیں ڈالتا وہ علی مولیٰ کا منکر ہے۔اور قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتے ہیں کہ جو دھمال نہیں ڈالے گا روز قیامت اس کی بخشش نہیں ہوگی۔اور قوال اپنی قوالی میں ملحدانہ الفاظ کا بکثرت استعمال کرتے ہیں، مثلاً:

''رب اونوں برباد نہیں کردا جنوں نوری بوری والا آباد کرے''۔یعنی رب اسے برباد نہیں کرتا جسے نوری بوری سرکار آباد کرے۔

درگاہ پر ایک بہت بڑا بینر لگا ہے جس پر مندرجہ ذیل طویل عبارت لکھی ہوئی ہے:

''علی اللہ، شہباز قلندر صاحب کہتے ہیں:

من بغیر از علی ندانستم علی اللہ از ازل گفتم

قلندر کہہ رہے ہیں کہ میں ازل سے علی کو اللہ کہتا ہوں۔ثابت کر دیا قلندر نے علی کی ذات وہ ذات وجود حق ہے۔جس کو عربی میں اللہ، اُردو میں معبود، ہندی میں بھگوان ایشور، فارسی میں خداوند اور انگریزی میں God کہتے ہیں۔

مرد قلندر کا فرمان: حیدریم قلندرم مستم بندہ مرتضیٰ علی ہستم

قلندر نے کہا: میں بندہ علی کا ہوں۔

زاہد نہ کر تو خلد بریں کی بات علی خدا ہے خدا ہے علی کی ذات(۳۴)

کیا یہ اسلام ہے؟ حالانکہ یہ سب کچھ کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں۔کیا یہ شعائر اللہ کا استہزا نہیں؟ یقیناً ایسے افکار صریحاً غیر اسلامی ہیں۔اِن کو فوراً روکنا ضروری ہے، ورنہ معاشرہ کفر والحاد کی طرف بڑھتا ہی جائے گا۔لیکن افسوس کہ حکومتی سطح پر اس کی سرپرستی کی جاتی ہے۔اسی وجہ سے صحیح اسلام ناپید اور لوگ **الناس علی دین ملوکھم** کی عملی تصویر ہیں۔ایسے لوگوں کو احساس تک نہیں کہ وہ کس حد تک حدود اللہ کو پھلانگ رہے ہیں۔

اسی طرح کینیا کے ایک شہر میں کعبۃ اللہ، مقامِ ابراہیم اور دیگر مقاماتِ مقدسہ کا عکس بنا کر، لوگ احرام باندھے ہوئے وہاں طواف اور باقی ارکانِ حج ادا کرتے ہیں اور اُن کے نزدیک یہ ضروری نہیں کہ حج کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیا جائے۔(۳۵)

اور پاکپتن شریف (پاکستان) میں بابا فرید گنج شکر کا مزار ہے۔وہاں ''بہشتی دروازہ'' بنایا گیا ہے، جس کو سال میں پانچ روز کے لیے کھولا جاتا ہے۔لوگ دور دور سے بہت بڑی تعداد میں اس دروازے میں داخل ہونے کے لیے جاتے ہیں اور ان کا نظریہ یہ ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء نے ہر اس شخص کو امان دی ہے جو اس میں سے گزر جاتا ہے۔اور جو کوئی اس میں سے گزرے گا وہ جنت میں جائے گا اور فلاح پائے گا۔عرس کے دوران ایک زرد رنگ کا دھاگا تقسیم کیا جاتا ہے، جسے تبرک سمجھ کر لوگ لے جاتے ہیں اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے بیماریوں میں شفا ملتی ہے۔(۳۶)

اس کے علاوہ بے شمار مقامات ہیں جہاں شب و روز اسلامی تعلیمات کے خلاف کام ہوتے ہیں اور اللہ کے ساتھ

سر عام شرک کیا جاتا ہے۔لوگ ان مزارات پر حاضری دینا سعادت خیال کرتے ہیں۔ان درباروں پر لوگ دور دراز سے گروہ در گروہ اور فرداً فرداً آتے ہیں، کچھ گاڑیوں پر سفر کر کے پہنچتے ہیں تو کچھ ٹولیوں کی شکل میں سائیکلوں پر سوار ہو کر اور کچھ عقیدت مند تو ایسے بھی ہوتے ہیں جو پا پیادہ آتے ہیں۔ان لوگوں نے نذر مانی ہوتی ہے کہ اگر میری فلاں مراد بھر آئے تو میں پیدل فلاں دربار پر حاضری دوں گا۔

ان حالات میں امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے منہج سے رہنمائی لیتے ہوئے ایسے اَفکار ونظریات کی اِصلاح کی ضرورت ہے اور موجودہ معاشرے میں لوگوں کے عقیدہ توحید کی اَز سرِ نو تجدید کی اشد ضرورت ہے۔

دیگر معاشرتی رسوم و بدعات:

اسلام سے دوری اور جہالت کی بناء پر لوگوں نے مخصوص مہینوں اور دنوں میں نذر و نیاز کے کچھ مخصوص طور طریقے مقرر کر لیے ہیں جسے وہ پوری پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ایسے لوگ نماز روزے کی تو پروا نہیں کرتے لیکن ان رسومات کی وہ سختی سے پابندی کرتے ہیں اور ہر سال مقررہ دنوں میں ان نیازوں کو پابندی سے ادا کرتے ہیں۔مثلاً امام جعفر صادقؒ کے کونڈے، امام حسینؓ کی سبیل، بی بی فاطمہؓ کے نام کی نیاز وغیرہ اور یہ عقیدہ رکھ کر نیاز ادا کی جاتی ہے کہ اگر اسے ادا کریں گے تو وہ بزرگ خوش ہوں گے اور مال میں برکت ڈال دیں گے۔

نذر و نیاز کے سلسلہ میں پاک و ہند میں جہاں اور بہت سی رسومات ادا کی جاتی ہیں وہاں کونڈے بھرنے کا رواج بھی کافی شہرت حاصل کر گیا ہے۔یہ رسم ۲۲۔رجب کو منائی جاتی ہے اور اسے امام جعفر صادقؒ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے حالانکہ ۲۲ رجب نہ ان کا یوم پیدائش ہے نہ یوم وفات، بلکہ یہ سیدنا امیر معاویہؓ کی وفات کا دن ہے۔دراصل ان کی وفات کی خوشی کے اظہار کے لیے اس رسم کو ایجاد کیا گیا اور امام جعفر صادقؒ کے نام سے موسوم کر دیا گیا اور نظریہ یہ ہوتا ہے کہ اس دن کونڈے بھرنے سے رزق میں فراوانی ہو جاتی ہے اور تنگدستی دور ہو جاتی ہے۔اس کے ثبوت میں ایک غریب لکڑ ہارے کی عجیب و غریب داستان گھڑی گئی ہے۔(۳۷)

محرم الحرام کو سوگ اور ماتم کا مہینہ سمجھا جاتا ہے، اس میں شادی بیاہ کو ناجائز سمجھا جاتا ہے، سیاہ کپڑے پہن کر سوگ منایا جاتا ہے اور سیدنا حسینؓ کی شہادت کے غم میں ماتم و گریہ وزاری، مرثیہ خوانی کی جاتی ہے۔مجالس عزا منعقد ہوتی ہیں، کاروبار موقوف، شہر و دیہات کے لوگ ماتمی لباس پہنے نوحہ کرتے ہیں۔گریبان چاک، سینہ کوبی، زنجیر زنی اور آگ پر چلا جاتا ہے۔ذوالجناح کے جلوس نکالے جاتے ہیں، اور ان پر حکومت کی طرف سے مکمل سکیورٹی فراہم کی جاتی ہے۔

دوسری طرف ماہ ربیع الاول میں رسول اکرم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ۱۲/ربیع الاول کو جلوس نکالے جاتے ہیں، کھانے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ہر طرف سبز پرچم لہرائے جاتے ہیں، گلیوں، بازاروں، چوکوں کو آپ کے نقش پا کی جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے، گھروں کو چراغاں کیا جاتا ہے۔محفلیں سجائی جاتی ہیں اور ان محفلوں میں رسول اکرم ﷺ کے لیے ایک کرسی

سجا کر خالی رکھی جاتی ہے اور عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ یہاں تشریف فرما ہیں بلکہ ہر عاشق کے گھر آپؐ تشریف لاتے ہیں۔ ہر مسجد سے جلوس نکلتا ہے، لوگ ٹرالیوں پر، کاروں پر، موٹر سائیکلوں پر اور پیادہ نعرے بازی کرتے ہوئے ''حضور ﷺ کی آمد مرحبا، سرکارؐ کی آمد مرحبا'' کے نعرے بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

امام ابنِ تیمیہؒ نے ان کو بدعات قرار دیتے ہوئے مسلمانوں کو سختی سے ان بدعات سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: شرعی تہوار چھوڑ کر دوسری عیدیں منانا، محفلیں رچانا، جیسا کہ ربیع الاول کی بعض راتوں میں ہوتا ہے، جسے ولادتِ رسول کی رات کہا جاتا ہے۔ یا رجب کی پہلی رات یا ۱۸ ذی الحجہ یا رجب کے پہلے جمعہ یا ۸ شوال جسے جاہل لوگ ''عید الابرار'' کہتے ہیں۔ یہ اور اس جیسے دوسرے ایام کی یہ ساری محفلیں اور جشن ان بدعتوں میں سے ہیں جنھیں سلف صالحین میں سے کسی نے نہیں کیا اور نہ ہی انھوں نے ان کو مستحب جانا ہے۔(۳۸)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: سلف صالحین نے ایسی عید نہیں منائی جب کہ اسے منانے کا تقاضا بھی موجود تھا اور کوئی چیز مانع بھی نہیں تھی۔ اگر یہ محض بھلائی ہوتی یا خیر کا پہلو کسی بھی اعتبار سے ہوتا تو سلف صالحین ہم سے زیادہ حق دار تھے کہ اسے مناتے کیوں کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی شدید محبت و تعظیم کرتے تھے اور وہ خیر کے حصول پر حد درجہ حریص تھے۔(۳۹)

غیر اسلامی تہذیب کے اثرات:

اس طرح پاک و ہند کے مسلمانوں میں ہندوؤں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے کئی غیر اسلامی امور در آئے ہیں۔ مثلاً شادی بیاہ کی رسومات، ان میں غیر شرعی طور طریقے، منہدی، ناچ گانا، رقص و سرود، بے جا نمود و نمائش اور دیگر رسومات، اسی طرح غمی کے موقع پر کسی کی وفات پر کفن دفن اور اس کے بعد کی رسومات وغیرہ جن کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ ان کے تہواروں میں شرکت، کرسمس منانا، عیسائیوں کے ساتھ کیک کاٹنا، بسنت کا تہوار بڑی دھوم دھام سے منانا، ویلنٹائن ڈے منانا اور اس دن اپنے محبوب کو پھول پیش کرنا، اس سلسلے میں بہت سے اہتمام کیے جاتے ہیں۔ سرکاری و غیر سرکاری ادارے باقاعدہ سروسز مہیا کرتے ہیں اور مختلف پیکجز کا اعلان کیا جاتا ہے۔ پوسٹر لگائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کی کئی اور رسومات جن کا تعلق طرز زندگی سے ہے غیر اسلامی ہیں اور تشبہ باقوام کی وجہ سے مسلمانوں میں داخل ہوگئی ہیں۔

ایک اور بہت بڑی بیماری مسلمانوں میں عام ہوگئی ہے کہ ہر ہر عمل میں مغربی اور یورپی طرز زندگی کو اپنانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ روشن خیال معاشرہ تشکیل دینے کے لیے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر بے حیائی اور فحاشی کو عام کیا جاتا ہے اور جو کوئی ان کو روکنے کی کوشش کرے، اسے بنیاد پرست اور قدامت پسند کا خطاب ملتا ہے۔ معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی اس قدر پھیل چکی ہے کہ سرعام بازاروں میں فحش قسم کے پوسٹرز لگے نظر آتے ہیں۔ فلمی کلچر کو عام کیا جاتا ہے۔ کیبل، انٹرنیٹ پر فحش تصاویر اور وڈیوز ہمہ وقت دستیاب ہیں Chating Rooms، اور فیس بک Face Book

کے ذریعے دوستیاں اور ملک و بیرون ملک فرینڈ شپ کلچر عام کرنے کے لیے ہر نوجوان کو ہر سہولت بآسانی میسر ہے۔ الغرض بعض مسلمان اپنے رہن سہن، طور طریقوں اور نمود و نمائش سے اسلامی نہیں بلکہ یورپی معلوم ہوتے ہیں۔ جن کے متعلق اقبال کی زبان میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں کہ جنھیں دیکھ کر شرمائیں یہود!

ہمارے معاشرے میں بعض لوگوں کی عادات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی طرزِ زندگی سے شعائر اللہ کا استہزا کیا جاتا ہے۔ ان کے لیے اسلام پر عمل پیرا ہونا بہ نسبت غیر اسلامی طرز زندگی گزارنے کے زیادہ مشکل ہو چکا ہے۔ اگر آسان ہے تو غیر شرعی طور طریقوں پر چلنا آسان ہے۔ جس وجہ سے نوجوان نسل کی اکثریت فحاشی اور عریانی کا شکار ہو چکی ہے۔ نئی فلم جو مقبول ہو جائے، جلد از جلد میسر ہوتی ہے اور پھر قوم کی اکثریت کی زبان پر اسی کے تذکرے عام ہو جاتے ہیں۔

اس طرح کے لاتعداد غیر اسلامی تصورات اس وقت ہمارے معاشرے میں مسلسل پھیل رہے ہیں۔ اس سلسلے میں امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کے اِس اُصول سے بہت زیادہ رہنمائی ملتی ہے۔ اُنھوں نے کسی بھی قوم کی مشابہت اختیار کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا اور مسلمانوں کو غیر اسلامی ثقافت سے مرعوب ہو کر اسے اپنانے سے روکا۔ اس کے مقابلے میں اسلامی کلچر کو عام کرنا اور اس پر استقامت اختیار کرنے کی تلقین کی۔ ان کے مطابق مسلم قوم کو اپنا طرز زندگی خالصتاً اسلامی بنانا چاہیے اور اپنے مسلمان ہونے پر بجائے ندامت محسوس کرنے کے فخر کرنا چاہیے۔ اُنھوں نے دوسری اقوام سے مشابہت کے نقصانات کو اپنی کتاب "اقتضاء الصراط المستقیم" میں بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے، جس سے موجودہ دور کے مسلمانوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ ہر صورت اپنے دِین کے اصل پر قائم رہیں اور بے جا مرعوبیت کو دل میں جگہ نہ دیں۔ اسلامی کلچر کے مقابلے میں غیر اسلامی کلچر کو حقیر جانیں اور دِین کی طبعی سادگی کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ جب وہ دینی روایات و اقدار میں دِین کے اَصل پر عمل پیرا ہوں گے تب وہ غیر اقوام پر غلبہ حاصل کریں گے اور غیر مسلم ان سے مرعوب بھی رہیں گے۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ بالا اُصول، امام ابنِ تیمیہؒ کے منہج کا وہ نبیادی اُصول ہے جس پر چل کر اُنھوں نے اِصلاح و تجدید کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا۔ یہی وہ اُصول ہے جس پر امام ابنِ تیمیہؒ کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں کی فلک بوس عمارت قائم ہوئی۔ اس اُصول سے آپ نے مختلف معاشرتی برائیوں کی اصلاح کی، عملی بدعات اور فکری گمراہیوں کا رد کیا اور باطل افکار و نظریات کی بیخ کنی کی۔ آپ کا منہج دراصل ایک ضابطہ حیات ہے جو شریعت سے ماخوذ ہے اور اسی کے اردگرد گھومتا ہے جس کے مطابق ہدایت اور حقائق کی معرفت صرف اور صرف انبیاء کی لائی ہوئی شریعت پر ہی منحصر ہے اور شریعت کی آخری جامع اور حتمی روایت اسلام کی شکل میں موجود ہے۔ شریعت قرآن و حدیث کی اتباع کا نام ہے اور اس میں اپنی طرف سے

اضافہ کرنا ضلالت وگمراہی ہے۔اگر امام ابنِ تیمیہؒ کے منہج کے اس اُصول کا بغور جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اس میں اعتدال کارفرما ہے۔آپ نے ہر معاملے میں افراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کا راستہ اختیار کیا اور یہ بذات خود ان کا بہت بڑا تجدیدی کارنامہ ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) محمد بن حسن بن درید بن عتاھیہ ازدی بصری، جمھرۃ اللغۃ۔الباب ج۔ن۔ہ۔ بیروت: دارالکتب العلمیہ۔۱/۲۴۹

(۲) اِسماعیل بن الحماد الجوہری۔(۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء)۔ الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ۔الطبعۃ الاولیٰ۔الباب ''ونج''۔ بیروت: دارالعلم للملابین۔۱/۳۴۶

(۳) محمد بن مکرم بن علی بن احمد ابن منظور افریقی۔(۱۹۹۷ء)۔لسان العرب۔الطبعۃ الاولیٰ۔الباب ''نھج''۔بیروت: دارصادر۔۲/۳۸۳

(۴) مجدالدین الفیر وزآبادی۔(۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)۔القاموس المحیط۔فصل الواؤ۔ بیروت: دارالعلم۔۱/۲۶۶

(۵) المائدۃ ۵:۴۸

(۶) ندیم العشری واسامۃ مرعشلی۔الصحاح فی اللغۃ والعلم۔بیروت: دارالحضارۃ۔ص ۱۲۰۹

(۷) عبدالرحمٰن بدوی۔مناھج البحث العلمی۔کویت: وکالۃ المطبوعات۔ص ۵

(۸) محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی۔(۱۴۲۳ھ)۔الجامع لاحکام القرآن۔ریاض: دارعالم الکتب۔۶/۲۱۱

(۹) مجدالدین الفیر وزآبادی۔الباب فصل الصاد۔۱/۲۹۳ (۱۰) اِسماعیل بن الحماد الجوہری۔۱/۳۸۳

(۱۱) محمد بن مکرم بن علی بن احمد ابن منظور افریقی۔۲/ ۵۱۶-۵۱۷؛ اِسماعیل بن الحماد الجوہری۔۱/۳۸۲ (۱۲) ایضاً

(۱۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔لاہور: دانش گاہ پنجاب۔ص ۶۷۳-۶۷۴

(۱۴) محمد مرتضیٰ الزبیدی۔(۱۳۰۶ھ)۔ تاج العروس من جواہرالقاموس۔الطبعۃ الاولیٰ۔الباب جَدد۔ بیروت، لبنان: منشورات، دارالمکتبۃ الحیاۃ۔۳/۳۱۳

(۱۵) اِسماعیل بن الحماد الجوہری۔الباب (جدد)۔۲/۴۵۴

(۱۶) محمد بن مکرم بن علی بن احمد ابن منظور افریقی۔الباب (جدد)۔۳/ ۱۰۷

(۱۷) علامہ یوسف القرضاوی۔(۱۹۹۵ء)۔ تحریک اسلامی،طریق وترجیحات۔مترجم عبدالغفار عزیز۔کراچی: ادارہ معارف اسلامی۔ ص ۸۸-۸۹

(۱۸) غلام جیلانی برق۔(۲۰۰۷)۔امام ابنِ تیمیہ۔طبع دوم۔لاہور: ادارہ مطبوعاتِ سلیمانی۔ص ۱۵۶۔۱۵۷

(۱۹) ایضاً۔ص ۶۱

(۲۰) ابوالحسن علی ندوی۔تاریخِ دعوت وعزیمت۔ج ۲۔کراچی: مجلس نشریات اسلام۔ص ۵۴-۵۵،۶۴-۶۵ (۲۱) ایضاً۔۲/ ۵۴

(۲۲) ابوزہرہ مصری۔(۱۹۷۱)۔حیاتِ شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔اُردو ترجمہ: رئیس احمد جعفری ندوی۔طبع ثانی۔لاہور: المکتبۃ السلفیۃ۔ص ۱۳۵

(۲۳) محمد یوسف کوکن عمری۔(۱۹۸۲ء)۔امام ابن تیمیہ۔طبع اول۔لاہور: مکتبہ رحمانیہ۔ص ۸

(۲۴) احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ۔(۱۴۱۷ھ)۔الردعلی الکبری۔الطبعۃ الاولیٰ۔المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الغرباء الاثریہ۔۲/ ۳۱۷

(۲۵) احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ۔(۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)۔مجموع الفتاویٰ۔جمع وترتیب، عبدالرحمٰن بن محمد بن قاسم وساعدہ ابنہ۔المملکۃ العربیۃ

السعودیۃ: مجمع الملک فھد وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد۔۱/۱۲۶

(۲۶) احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ۔(۱۳۴۶ھ)۔الرد علی الاخنائی واستحباب زیارۃ خیر البریۃ۔قاہرۃ: المطبعۃ السّلفیہ۔ص۶۶

(۲۷) ابوزہرہ مصری۔ص۶۷ (۲۸) ایضاً۔ص۳۱۹

(۲۹) محمد بن اسماعیل بخاری۔(۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء)۔الجامع الصحیح۔الطبعۃ الثانیۃ۔کتاب الصلح۔باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود رقم: ۲۶۹۷۔ریاض: دارالسلام؛ مسلم بن الحجاج قشیری۔(۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰)۔الصحیح لمسلم۔الطبعۃ الثانیۃ۔ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع۔کتاب الأقضیۃ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور، رقم الحدیث:۴۴۹۲

(۳۰) محمد بن اسماعیل بخاری۔کتاب العلم۔باب اثم من کذب علی النبي۔رقم الحدیث۱۱۰

(۳۱) امام ابنِ تیمیہ نے یہ تمام حالات اپنی کتاب (الرد علی البکری، مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المورۃ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۷ھ، ص ۲۹۵۔۲۹۸) میں اپنے عہد کے معاشرتی حالات کے تحت تفصیلاً لکھے ہیں۔

(۳۲) ایضاً۔ص۳۵۱، ۳۲۸ (۳۳) ابوالحسن علی ندوی۔۲/۲۱۸

(۳۴) مذکورہ بالا ساری عبارت درگاہ لعل شہباز پر لگے بڑے سے بینر سے نوٹ کی گئی ہے۔تفصیل مندرجہ ذیل رابطہ (link) پر دیکھی جاسکتی ہے: www.youtube.com, clip topic: Lal Shahbaz ki Dargha Ka Hajj-15, Retrieved on August 8,2012

(۳۵) تفصیل مندرجہ ذیل رابطہ (link) پر دیکھی جاسکتی ہے: https://youtu.be/w79TbXD8U88

(۳۶) Tasleem Sabri, Urs Hazrat Baba Frid 2010 in Qtv, Retrieved Agust 8, 2012 from www.youtube.com.

(۳۷) تفصیل کے لیے دیکھیے: خلیل، محمد صادق، (مری)، رجب کے کونڈوں پر ایک نظر، دارالتقویٰ کراچی، اشاعت اول رمضان ۱۴۲۳ھ، دسمبر ۲۰۰۲ء

(۳۸) احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ۔(۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء)۔الفتاویٰ المصریہ۔اشاعت اول۔گوجراں والا: دارنشر الکتب الاسلامیہ۔۱/۳۱۲

(۳۹) احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ۔اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفۃ اصحاب الجحیم۔قاہرہ: مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ۔ص۳۳۳